بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حبیب الرحمٰن اعظمی

دینِ اسلام میں ''ایمان'' کے بعد ''عملِ صالح'' کا درجہ ہے؛ چنانچہ قرآن حکیم میں تنہا ایمان یا تنہا عملِ صالح کو نہیں؛ بلکہ دونوں کے مجموعہ کو نجاتِ کامل کا ذریعہ بنایا گیا ہے، اسی حقیقت کو اچھی طرح آشکارا کرنے کے لیے آیت پاک "اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰت" کو ایک دو مقام پر نہیں؛ بلکہ معمولی سے لفظی فرق کے ساتھ پینتالیس بار ذکر کیا گیا ہے۔

اس موقع پر یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ ''عمل صالح'' کا مفہوم بڑی وسعت و ہمہ گیری کا حامل ہے، انسانی اعمالِ خیر کی تمام جزیات اس میں داخل ہیں، تاہم اس کی جلی تقسیم عبادات، اخلاق، اور معاملات سے کی جاسکتی ہے، اعمال صالحہ اور ہر وہ بھلے کام جن کا خاص تعلق رب ذوالجلال والاکرام سے ہے، اسے فقہاء کی اصطلاح میں ''عبادت'' کہا جاتا ہے، اور جن کا تعلق بندوں کے باہمی حقوق وفرائض سے ہے؛ ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی حیثیت صرف انسانی فرض کی ہے اس کو ''اخلاق'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جن پر قانونی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے یہ ''معاملات'' کے عنوان سے معنون ہے۔

آج کی صحبت میں دینِ اسلام کے اسی دوسرے باب یعنی ''اخلاق'' پر مختصر سی گفتگو مقصود ہے، ایک انسان کا اس دنیا میں اپنے گرد وپیش کی ہر چیز سے تھوڑا بہت ربط وتعلق ہوتا ہے، اسی ربط وتعلق کے حق کو خوبی اور اچھائی کے ساتھ ادا کرنے کا نام اخلاق ہے، ایک آدمی کے اپنے ماں، باپ، عزیز واقارب، دوست واحباب وغیرہ سب سے تعلقات ہیں، علاوہ ازیں ہر اس انسان سے اس کا ایک گونہ تعلق ہے جس سے وہ پڑوس، محلّہ، وطن، قومیت، جنسیت وغیرہ کا علاقہ رکھتا

ہے؛ بلکہ اس سے بھی آگے حیوانات اور جانوروں سے بھی فی الجملہ اس کے تعلقات ہیں، پھر ان تعلقات کی حیثیت کے مطابق اس پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، دنیا میں امن وچین، خوشی وخوشحالی انھیں اخلاقی ذمہ داریوں کی بحسن وخوبی ادائیگی پر منحصر ہے۔

اخلاق کی اسی اہمیت اور ہمہ گیر افادیت کی بنا پر دنیا کے سارے مذہبی پیشواؤں نے اپنے مذہب کی بنیاد اسی اخلاق پر رکھی ہے؛ چنانچہ دنیا میں اب تک جس قدر پیغمبر اور مصلح آئے سب نے بیک زبان یہی درس دیا کہ سچ بولنا اچھا ہے، جھوٹ بولنا برا ہے، عدل وانصاف نیکی اور ظلم وزیادتی برائی ہے، الفت ومحبت کے ساتھ باہم زندگی گزارنا انسانی شرافت ہے، ایک دوسرے سے نفرت وعداوت حیوانی خصلت ہے، صدقہ وخیرات نیکی ہے اور چوری ورہزنی بدی ہے وغیرہ؛ لیکن دینِ اسلام تو اس باب میں تکمیلی مقام ومرتبہ کا حامل ہے، پیغمبرِ اسلام ﷺ کا ارشاد ہے ”بعثتُ لِأتَمِّمَ مَكارِمَ الأخلاقِ“: میں تو اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کردوں؛ چنانچہ بعثت کے وقت ہی سے آپ ﷺ نے اس فرض کی انجام دہی شروع کردی تھی، مکی دور کے آغاز میں ابوذر غفاریؓ نے اپنے بھائی کو نئے پیغمبر کے حالات وتعلیمات کی تحقیق کے لیے بھیجا تو انھوں نے واپس جاکر اس بارے میں اپنے بھائی کو جو اطلاع دی وہ یہ تھی ”رَأَيْتُهُ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ“ میں نے انھیں دیکھا کہ وہ اچھے اخلاق کی لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اسلام میں اخلاقِ حسنہ کی جس قدر اہمیت ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ خلقِ عظیم کے حامل پیغمبر اعظم ﷺ نماز میں جو دعا مانگتے تھے، اس کا ایک جزء یہ بھی ہوتا تھا ”وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ“ الحديث، بار الٰہا! مجھے بہترین اخلاق کی رہنمائی فرما!

اسلام میں اخلاق ہی وہ معیار ہے، جس سے باہم انسانوں میں فرقِ مراتب نمایاں ہوتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں ”خِيَارُكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا“: تمہارا سب سے بہتر اخلاق والا تم میں سب سے بہتر اور بھلا ہے۔ اخلاق قدرت کا سب سے اچھا عطیہ ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ”خَيْرُ مَا أُعْطِيَ النَّاسُ خُلُقٌ حَسَنٌ“: لوگوں کو جو چیزیں عطا کی گئی ہیں، ان میں سب سے بہتر اچھے اخلاق ہیں۔

اسلام جہاں اپنے ماننے والوں کو اپنے والدین، اولاد دیگر رشتہ داروں اور ہم مذہب والوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ اخلاق کا حکم دیتا ہے، وہیں بلاتفریقِ دین و مذہب محض انسانیت

کے ناطے پوری انسانی برادری کے ساتھ بھی حسنِ اخلاق اور رواداری کی تاکید کرتا ہے، بالخصوص پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے مجھے پڑوسی کے حقوق کی اس قدر تاکید کی کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں شریک نہ بنادیں، ایک موقع پر فرمایا کہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ پڑوسی کی عزت کرے، ایک دفعہ انتہائی دلنشیں اور موٴثر طریقہ پر پڑوسی کے حق کو بیان کرکے فرمایا: بخدا وہ مومن نہیں ہوگا، بخدا وہ مومن نہیں ہوگا، بخدا وہ مومن نہیں ہوگا! صحابہٴ کرامؓ نے پوچھا کون یارسول اللہ ﷺ؟ فرمایا: وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہے۔ آں حضرت ﷺ کی ان تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ ہر صحابی اپنے پڑوسی کا بھائی اور مددگار بن گیا تھا، ہمسایوں میں دوست و دشمن، مسلم اور غیر مسلم کی تمیز اٹھ گئی تھی؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ ایک بکری ذبح کی آپ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، غلام کو ہدایت کی کہ سب سے پہلے گوشت پڑوسی کو پہنچادے، ایک شخص نے کہا: وہ تو یہودی ہے، فرمایا: یہودی ہے تو کیا ہوا، یعنی یہ تو حقِ ہمسائیگی ہے جس میں اپنے پرائے کی تفریق نہیں۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو تلقین کرتا ہے کہ ایک انسان کے دوسرے انسان پر انسانی برادری کی حیثیت سے بھی کچھ حقوق و فرائض ہیں، جن کا ادا کرنا مسلمان کا مذہبی و اخلاقی فرض ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے: ”قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا“ لوگوں سے اچھی بات کہو، آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمِ النَّاسَ“: اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا ہے۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: ”اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ“: تم لوگ زمین والوں پر رحم کروتو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ ایک حدیث میں آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو پانچ باتوں کی تعلیم دی، اس میں چوتھی بات یہ تھی ”اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَکُنْ مُسْلِماً“: لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، تو قابل تعریف مسلمان بن جاوٴ گے۔ یہ اخلاق کی وہ تعلیم ہے جو انسانی برادری کے تمام حقوق کی بنیاد ہے۔

الغرض! دینِ اسلام کی یہی وہ انسانیت نواز تعلیم ہے، جس نے اس کے باوفا نام لیواوٴں میں ایسی محبوبیت پیدا کردی تھی کہ دنیا کے جس حصہ میں بھی پہنچ گئے وہاں کے وہ آنکھوں کا نور اور

دلوں کا سرور بن گئے؛ چنانچہ چودھویں صدی ہجری کا مشہور سیاح وجغرافیہ نویس ابواسحاق اصطخری جو ہندوستان بھی آیا تھا، اپنی مفید کتاب ’’مسالک الممالک‘‘ میں لکھتا ہے:

’’جنوبی ہند میں عرب رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد ہی آنے لگے تھے اور انھوں نے جنوبی ہند کے ساحلوں خصوصاً ملیبار میں اپنے اخلاق کی بلندی اور میل جول کی رواداری سے ان علاقوں کے لوگوں پر خوشگوار اثرات پیدا کیے، ہندو راجاؤں کی نظروں میں بھی کافی عزت اور توقیر حاصل کرلی تھی، یہی وجہ تھی کہ جب وہ اپنی مذہبی تبلیغ کرتے تو ان کی سرگرمیوں میں کوئی رکاوٹ نہیں کی جاتی تھی۔‘‘

افسوس کہ اسلام کی اس بیش بہا دولت اور بے پناہ قوت سے آج ہمارا دامن خالی ہے، جس کے نتائجِ بد ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

❁ ❁ ❁